



اہل عرب کی قبائلی حروب اور رسول اللہ ﷺ کا اعجازی قیام امن: تاریخ عرب کا مطالعہ

## FROM TRIBAL WARFARE TO PEACE: THE PROPHETIC TRANSFORMATION OF ARAB SOCIETY A HISTORICAL

Azka Mazhar

MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, Riphah International University Faisalabad, Pakistan.

Dr. Khalid Mahmood Arif

[Khalid.mahmood@riphahfsd.edu.pk](mailto:Khalid.mahmood@riphahfsd.edu.pk)

Associate Professor/HOD, Department of Islamic Studies, Riphah International University Faisalabad, Pakistan.

Dr Hina Naz

Department of Islamic Studies, Riphah International University Faisalabad, Pakistan.

### Abstract

Pre-Islamic Arabia was marked by persistent tribal conflicts (Ayyām al-‘Arab), where honor, revenge, and shifting alliances perpetuated cycles of violence and insecurity. This study examines the nature, causes, and socio-political dynamics of these tribal wars and analyzes how the Prophet Muhammad (ﷺ) established a transformative and enduring framework for peace. Employing a historical-analytical method, the paper draws on early Arabic chronicles, Qur’anic discourse, and Prophetic practice (Sunnah) to compare pre-Islamic conflict patterns with the Prophet’s peacemaking strategies. The research highlights key interventions, including the reorientation of tribal identity toward a faith-based community (ummah), the establishment of the Charter of Madinah as a constitutional model for pluralistic coexistence, and the use of reconciliation mechanisms such as arbitration (taḥkīm), covenants (‘uhūd), and strategic truces exemplified by the Treaty of Ḥudaybiyyah. It further explores ethical norms introduced by Islam justice, restraint, sanctity of life, and accountability that curtailed retaliatory violence and institutionalized conflict resolution. The findings suggest that the Prophet’s approach was not merely situational but systemic, integrating moral reform, legal structures, and diplomatic engagement to replace anarchic tribal warfare with a stable, rights-conscious order. This “miraculous” peace-building (i‘jāzī qiyām-e-amn) is interpreted as a holistic model with enduring relevance for contemporary conflict transformation, particularly in societies fractured by identity-based divisions. The study concludes that the Prophetic paradigm offers a viable framework for sustainable peace grounded in ethics, inclusivity, and rule-based governance.

**Keywords:** *Charter of Madinah , Conflict Resolution , Pre-Islamic Arabia, Tribal Warfare, Prophet Muhammad (ﷺ), Peacebuilding, Treaty of Hudaybiyyah.*

**Corresponding Author:** Azka Mazhar (MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, Riphah International University Faisalabad, Pakistan. )

**Email:**

جزیرہ نما عرب کی جغرافیائی اور سماجی ساخت قبل از اسلام عرب معاشرے کی تشکیل میں بنیادی حیثیت رکھتی تھی۔ یہ خطہ وسیع صحراؤں، خشک وادیوں اور پہاڑی سلسلوں پر مشتمل تھا جس کی وجہ سے یہاں زراعت کے مواقع محدود تھے اور زندگی زیادہ تر خانہ بدوشی، مویشی بانی اور تجارت کے گرد گھومتی تھی۔ انہی جغرافیائی حالات نے عربوں کو خود مختار، سخت جان اور آزادی پسند بنایا، مگر اسی کے ساتھ مختلف قبائل کے درمیان فاصلے اور باہمی رقابت بھی پیدا ہو گئی۔ چونکہ یہاں کوئی مضبوط مرکزی حکومت موجود نہ تھی، اس لیے ہر قبیلہ اپنی بقا اور عزت کے تحفظ کے لیے خود ذمہ دار سمجھا جاتا تھا۔ نتیجتاً قبائلی نظام عرب معاشرے کی بنیادی اکائی بن گیا اور نسب، خاندان اور قبیلے کی وابستگی سماجی شناخت کا اہم ترین ذریعہ بن گئی۔

### جغرافیائی محل وقوع

جزیرہ نما عرب قدیم دنیا کے اہم خطوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کا منفرد جغرافیائی محل وقوع اور قدرتی حدود قبل از اسلام عرب کی معاشرت، سیاست اور معیشت پر گہرے اثرات مرتب کرتے رہے۔ یہ خطہ مشرق وسطیٰ کے جنوب مغربی حصے میں واقع تھا، جس کے مشرق میں خلیج فارس، مغرب میں بحر احمر اور جنوب میں بحر عرب واقع تھے، جبکہ شمالی سمت خشکی کے ذریعے شام و عراق سے متصل تھی۔ اس جغرافیائی ساخت نے عرب کو ایک حد تک بیرونی سیاسی اثرات سے محفوظ رکھا اور یہاں ایک منفرد قبائلی و سماجی نظام کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ جغرافیہ دانوں نے اس خطے کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا:

- عرب عاربہ (یمن اور جنوبی علاقہ)
- عرب مستعربہ (حجاز اور نجد)
- عرب مستعجمہ (شمالی سرحدی علاقہ)<sup>1</sup>

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَهُدَّ الْبَلَدَ الْأَمِينِ"<sup>2</sup>

"اور اس امن والے شہر کی قسم"

یہ آیت مکہ مکرمہ کے اس جغرافیائی امن کی طرف اشارہ کرتی ہے جو تجارتی شہر اہوں کے سنگم پر ہونے کے باوجود داخلی حرمت کے سبب قائم تھا۔ قبل از اسلام بھی مکہ کو مذہبی تقدس کی وجہ سے ایک مخصوص جغرافیائی تحفظ حاصل تھا۔ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے:

"صحرائی زندگی انسان میں سختی، خودداری اور قبائلی وابستگی کو مضبوط کرتی ہے، کیونکہ بنجر زمین انسان کو مسلسل حرکت اور جدوجہد پر مجبور کرتی ہے۔ یہی کیفیت عربوں کے مزاج میں نمایاں تھی"<sup>3</sup>

<sup>1</sup> جاوید اورنگزیب، مفتی سید شاہ رفیع الدین ہمدانی، علامہ سعید اللہ خان، انسائیکلو پیڈیا العرب، کراچی: سیرت ریسرچ سینٹر، 2022ء، ص 90

<sup>2</sup> البلد: 3

<sup>3</sup> ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، (مترجم: مولانا راغب رحمانی)، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1992ء، ص 123

جزیرہ عرب کا بیشتر حصہ صحرائی علاقوں پر مشتمل تھا، جہاں پانی اور دیگر قدرتی وسائل کی محدود دستیابی کے باعث آبادی عموماً وادیوں اور نخلستانوں کے گرد آباد رہی۔ اس جغرافیائی ماحول نے قبائلی خود مختاری، اپنے مفادات کے تحفظ اور باہمی رقابت کے رجحانات کو تقویت دی۔ شمالی سرحدی علاقوں پر بازنطینی اور ساسانی سلطنتوں کے اثرات موجود تھے، تاہم حجاز اور وسطی عرب براہ راست ان کے سیاسی تسلط سے بڑی حد تک آزاد رہے، جس کے نتیجے میں قبائل کو اپنے معاملات خود چلانے کی وسیع آزادی حاصل رہی۔ دوسری طرف جزیرہ عرب کی جغرافیائی حیثیت نے اسے اہم تجارتی راستوں سے منسلک رکھا؛ جنوبی عرب، خصوصاً یمن، سے خوشبودار اشیاء اور دیگر تجارتی اجناس شمالی علاقوں، بالخصوص شام، تک پہنچتی تھیں، جبکہ مکہ مکرمہ اس تجارتی نظام کا ایک اہم مرکز تھا۔ یوں عرب کا جغرافیہ ایک طرف قبائلی خود مختاری اور باہمی تنازعات کے فروغ کا باعث بنا اور دوسری طرف تجارت اور بیرونی معاشرہ سے روابط کا ذریعہ بھی ثابت ہوا۔ ابن اسحاق نے السیرۃ النبویہ میں ذکر کیا ہے:

"مکہ کی جغرافیائی حیثیت نے اسے عرب قبائل کا مذہبی اور تجارتی مرکز بنادیا تھا، جہاں سالانہ منڈیاں لگتی تھیں اور مختلف قبائل باہمی معاہدات کرتے تھے"<sup>4</sup>

یہ جغرافیائی ساخت تین بنیادی اثرات کا سبب بنی:

1. عرب معاشرہ زرعی کے بجائے بدوی و تجارتی بنا۔

2. قبائلی خود مختاری مضبوط ہوئی۔

3. بیرونی سیاسی تسلط سے بڑی حد تک آزادی برقرار رہی۔

یہی عناصر بعد میں اسلامی دعوت کی راہ میں چیلنج بھی بنے اور قوت بھی۔ قبائلی خودداری نے ابتدا میں مزاحمت پیدا کی، مگر یہی استقلال بعد میں اسلام کی عالمی فتوحات کا ذریعہ بنا۔ قبل از اسلام جزیرہ نما عرب کا جغرافیائی تنوع جنوبی زرخیزی اور شمالی وسطی صحرائی خشکی ایک تضاد بھی پیدا کرتا تھا۔ یمن میں قدیم بند (سد مأرب) کی تعمیر اس بات کی علامت تھی کہ جنوبی عرب میں تمدنی استحکام موجود تھا۔ تاہم اس بند کے ٹوٹنے کے بعد بڑے پیمانے پر قبائل کی ہجرتیں ہوئیں جنہوں نے پورے جزیرہ نما عرب کے نسلی اور سماجی نقشے کو بدل دیا۔<sup>5</sup>

#### موسمی حالات اور طبعی اثرات

قبل از اسلام جزیرہ عرب کے موسمی حالات نے یہاں کی معاشرت، معاشی سرگرمیوں اور انسانی مزاج کی تشکیل پر نمایاں اثرات مرتب کیے۔ خطے کا بیشتر حصہ گرم اور خشک آب و ہوا کا حامل تھا، جہاں بارش کی قلت اور پانی کی محدود دستیابی معمول کی صورت حال تھی، اگرچہ یمن اور اس کے گرد و نواح کے بعض علاقوں میں نسبتاً زیادہ بارش اور زرخیزی پائی جاتی تھی۔ حجاز، نجد اور وسطی عرب کی خشک آب و ہوا نے وہاں کے باشندوں کو محدود وسائل کے ساتھ زندگی گزارنے، نقل و حرکت اور تجارت پر انحصار کرنے کا عادی بنایا۔ اس موسمی و جغرافیائی ماحول نے عرب معاشرے کی معاشی سرگرمیوں، رہن سہن اور قبائلی طرز

<sup>4</sup> ابن اسحاق، السیرۃ النبویہ، تحقیق ابن ہشام، قاہرہ: مکتبہ مصطفیٰ البابۃ، 1955ء، ج 1، ص 78

<sup>5</sup> ابن کثیر، اسماعیل بن عمر الدمشقی، البدایہ والنہایہ، بیروت: دار الفکر، 1988ء، ج 2، ص 182

زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ قرآن مجید نے بارش کو انسانی زندگی اور زمین کی احیاء کا اہم ذریعہ قرار دیا ہے، جس سے عرب کے موسمی اور جغرافیائی ماحول میں بارش کی بنیادی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

"وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" <sup>6</sup>

"اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی"

یہ آیت ایسے ماحول میں نازل ہوئی جہاں پانی انسانی زندگی اور معاشرتی بقا کا بنیادی وسیلہ تھا۔ قبل از اسلام عرب میں پانی کے محدود ذرائع نے اس کی معاشی اور قبائلی اہمیت کو بڑھادیا تھا اور بعض مواقع پر پانی کے وسائل قبائلی تنازعات کا سبب بھی بنتے تھے۔ شدید گرمی، خشک سالی اور محدود قدرتی وسائل نے عرب باشندوں میں صبر، برداشت اور سخت کوشی کی صفات کو بھی فروغ دیا۔ ابن خلدون نے واضح کیا ہے کہ:

"صحرائی زندگی انسان میں سادگی، قوت برداشت اور خود انحصاری پیدا کرتی ہے، کیونکہ وہ فطرت کی سختیوں کا براہ راست سامنا کرتا ہے۔" <sup>7</sup>

موسمی اور جغرافیائی سختیوں نے بدوی عربوں کو محدود وسائل میں زندگی گزارنے اور سخت حالات کا مقابلہ کرنے کا عادی بنایا۔ چراگاہوں کی موسمی دستیابی کے باعث قبائل بارش کے بعد سبزہ زار علاقوں کی طرف نقل مکانی کرتے رہے، جس سے خانہ بدوشی اور قبائلی خود مختاری کو تقویت ملی۔ اگرچہ جزیرہ عرب میں مستقل شہری مراکز محدود تھے، تاہم مکہ مکرمہ، یثرب (مدینہ منورہ) اور طائف جیسے شہر معاشی، مذہبی اور معاشرتی اعتبار سے نمایاں مراکز کی حیثیت رکھتے تھے۔ قرآن مجید میں قریش کے تجارتی سفر کا ذکر ہے:

"لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قُرَيْشٌ لِّفَهْمٍ رَّجُلَةٍ اِلْتِمَاءٍ وَالصَّيْفِ" <sup>8</sup>

"قریش کو رغبت دلانے (مانوس کرنے) کے سبب سے انہیں سردیوں اور گرمیوں کے (تجارتی) سفر سے مانوس کر دیا۔"

یہ آیات موسمی تبدیلی کے اثرات کو واضح کرتی ہیں۔ گرمیوں میں شمال کی طرف سفر نسبتاً معتدل موسم کی وجہ سے کیا جاتا تھا، جبکہ سردیوں میں جنوبی علاقوں کی طرف رخ کیا جاتا تھا۔ اس موسمی نظام نے تجارت کو باقاعدہ شکل دی اور قریش کو بین الاقوامی تجارتی نیٹ ورک سے جوڑا شدید گرمی اور خشک فضا نے عربوں کی خوراک پر بھی اثر ڈالا۔ کھجور، دودھ اور گوشت بنیادی غذا تھے، کیونکہ زریعی پیداوار محدود تھی۔ کھجور کو قرآن میں بطور نعمت ذکر کیا گیا ہے:

"وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ - اِبِ سَجَّادُونَ مِنْهُ سَكَّرَ ۙ اَوْ زَقًا حَسَنًا" <sup>9</sup>

"اور کھجوروں اور انگوروں سے تم نشہ آور چیز بھی بناتے ہو اور اچھا زق بھی۔"

عرب کے محدود آبی وسائل نے نخلستانی معیشت کو فروغ دیا، جس میں کھجور کو بنیادی غذائی اور معاشی پیداوار کی حیثیت حاصل تھی۔ موسمی سختیوں اور وسائل کی محدود دستیابی نے عرب معاشرے کے رہن سہن، نقل مکانی اور معاشرتی رویوں پر بھی اثرات مرتب کیے۔ چراگاہوں اور پانی کے موسمی ذرائع کی تلاش

<sup>6</sup> الانبیاء: 30

<sup>7</sup> ابن خلدون، المقدمة، ص 137

<sup>8</sup> قریش: 1-2

<sup>9</sup> النحل: 67

میں قبائل کی نقل و حرکت نے خانہ بدوشی اور قبائلی خود مختاری کو تقویت دی۔ جنوبی عرب میں سدّ مازب کے انہدام اور اس کے نتیجے میں آنے والے سیلابوں کو بھی تاریخی روایت میں قبائلی ہجرتوں کا ایک اہم سبب قرار دیا گیا ہے، جس سے جزیرہ عرب کے سماجی و نسلی نقشے میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ سورۃ سبأ میں ارشاد ربانی ہے:

"فَاَعْرِضْهُمْ لَنَا وَلِأَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ" <sup>10</sup>

"تو انہوں نے منہ پھیرا تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھیجا"

ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے:

"اس سیلاب نے جنوبی عرب کی تہذیبی ساخت کو شدید متاثر کیا اور بڑے پیمانے پر قبائل منتشر ہو گئے۔" <sup>11</sup>

یہ واقعہ اس امر کی نشان دہی کرتا ہے کہ موسمی اور ماحولیاتی عوامل جزیرہ عرب کے سماجی و معاشی ڈھانچے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔ قبل از اسلام عرب کے بیشتر علاقوں میں خشک آب و ہوا، پانی کی قلت اور محدود زرعی وسائل نے وسیع پیمانے پر شہری و زرعی تہذیب کے فروغ کو محدود رکھا، جس کے نتیجے میں معاشرتی تنظیم زیادہ تر قبائلی اور غیر مرکزی نوعیت کی رہی۔ محدود وسائل کے ماحول نے قبائلی خود مختاری، باہمی تعاون اور وسائل کے تحفظ کے رجحانات کو تقویت دی، جبکہ بیرونی سیاسی قوتوں کے براہ راست تسلط سے نسبتاً آزادی نے قبائلی نظم کو مزید مضبوط کیا۔ اسی طرح موسمی سختیوں اور جغرافیائی حالات نے نقل و حرکت، سفر اور دشوار حالات سے نمٹنے کی صلاحیت کو فروغ دیا، جو بعد کے ادوار میں وسیع سفری اور عسکری سرگرمیوں میں معاون ثابت ہوئی۔ تاہم، قبائلی خود مختاری اور سیاسی مرکزیت کے فقدان کے ساتھ قبائلی رقابت اور باہمی تنازعات بھی عرب معاشرے کی نمایاں خصوصیات میں شامل رہے۔ چنانچہ قبل از اسلام جزیرہ عرب کے موسمی و ماحولیاتی حالات نے ایسے معاشرتی ڈھانچے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا جس میں قبائلی وابستگی، خود مختاری اور سخت کوشی نمایاں تھیں، جبکہ وسیع تراجتماعی نظم اور مرکزی سیاسی وحدت کا فقدان تھا۔ یہی معاشرتی پس منظر تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت نے اخلاقی، روحانی اور اجتماعی سطح پر ایک بنیادی تبدیلی پیدا کی اور قبائلی انتشار کی جگہ امت کی وحدت، نظم اجتماعی اور باہمی اخوت کے اصولوں کو فروغ دیا۔

#### قبائلی نظام اور عصبيتِ جاہلیہ

قبل از اسلام جزیرہ عرب کی سماجی ساخت بنیادی طور پر قبائلی نظام پر قائم تھی۔ قبیلہ محض نسبی وحدت نہیں بلکہ سیاسی اقتدار، معاشی تحفظ، سماجی شناخت اور باہمی وابستگی کا بنیادی مرکز تھا۔ فرد کی عزت، تحفظ اور سماجی حیثیت بڑی حد تک اس کی قبائلی وابستگی سے متعین ہوتی تھی۔ نسب اور خاندانی تفاخر کی یہی اہمیت رفتہ رفتہ عصبيتِ جاہلیہ کا باعث بنی، جس کے تحت حق و باطل کی تمیز سے قطع نظر قبیلے کی حمایت کو ترجیح دی جاتی تھی۔ اس قبائلی عصبيت نے ایک طرف معاشرتی یکجہتی کو فروغ دیا، تو دوسری طرف باہمی رقابت، دشمنیوں اور قبائلی جنگوں کے تسلسل کا بھی اہم سبب بنی۔ اس طرز فکر کی اصلاح بعد میں رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمائی:

<sup>10</sup> سبأ: 16

<sup>11</sup> ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، بیروت: دار ابن ہزم، 2002ء، ج 6، ص

"عَنْ جَبْرِ بْنِ مَطْعَمٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ" <sup>12</sup>

"جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی عصبیت کی طرف بلائے، وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی بنیاد پر لڑائی لڑے، اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جو تعصب کا تصور لیے ہوئے مرے۔" یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ عصبیتِ جاہلیہ قبل از اسلام عرب معاشرے میں گہری جڑیں رکھتی تھی اور اسے جاہلی رویے کے طور پر مسترد کیا گیا۔ قبائلی نظام میں ہر قبیلے کا ایک سردار یا شیخ ہوتا تھا، جو عموماً عمر، تجربے اور شجاعت جیسی صفات کی بنا پر نمایاں ہوتا تھا۔ وہ قبائلی معاملات میں فیصلہ کرتا، جنگ کی قیادت کرتا اور قبیلے کے مفادات کا تحفظ کرتا تھا۔ باقاعدہ عدالتی نظام کی عدم موجودگی میں تنازعات کے فیصلے عموماً عرف، روایات اور قبائلی رسوم کی بنیاد پر کیے جاتے تھے۔ یوں قبائلی سردار کو سیاسی، عسکری اور سماجی سطح پر مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

### سیاسی انتشار اور قبائلی حروب

قبل از اسلام جزیرہ عرب کا سیاسی نظام غیر مرکزی اور قبائلی بنیادوں پر قائم تھا۔ مرکزی حکومت کی عدم موجودگی کے باعث ہر قبیلہ اپنی خود مختاری، مفادات اور وسائل کے تحفظ کا ذمہ دار تھا، جبکہ سیاسی اثر و رسوخ کا انحصار قبائلی اتحاد، عسکری قوت اور قیادت پر ہوتا تھا۔ اس صورتِ حال نے قبائلی رقابت اور باہمی تنازعات کو فروغ دیا، جن میں انتقام، زمین و پانی کے وسائل اور تجارتی راستوں پر تصرف اہم محرکات تھے۔ اسی ماحول میں عصبیتِ قبائلی نے تنازعات کو طول دیا اور بعض جنگیں نسلوں تک جاری رہیں؛ حرب البسوس اس کی نمایاں مثال ہے، جو روایات کے مطابق ایک اونٹنی کے واقفے سے شروع ہو کر طویل قبائلی جنگ میں تبدیل ہوئی۔ ان حروب میں طاقت، انتقام اور قبائلی شرف کے تصورات کو اہمیت حاصل تھی، جبکہ شاعری بھی قبائلی فخر، شجاعت اور جنگی کارناموں کی ترجمان بن کر اس ذہنیت کو تقویت دیتی تھی۔ یوں سیاسی عدم مرکزیت، قبائلی عصبیت اور وسائل پر رقابت نے قبل از اسلام عرب میں طویل حروب کے لیے سازگار ماحول پیدا کیا۔ قرآن مجید نے اس سیاسی انتشار اور طاقت کے غلط استعمال کی طرف اشارہ یوں کیا ہے:

"وَلَقَدْ مَكَنَّا فِي الْبُقْعَةِ مِنَ الذِّكْرِ أَنْ الْأَرْضَ يَرُدُّهَا عَلَى الصَّالِحِينَ" <sup>13</sup>

"اور بیشک ہم نے نصیحت کے بعد زبور میں لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث"

یہ آیت اس اصول کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ سیاسی اقتدار عدل و صلاحیت کی بنیاد پر قائم ہونا چاہیے، نہ کہ قبائلی عصبیت اور انتقام پر۔ قبل از اسلام عرب میں قبائلی خود مختاری نے سیاسی مرکزیت اور وسیع تر معاشرتی ہم آہنگی کو محدود رکھا؛ ہر قبیلہ اپنی حدود میں خود مختار تھا، مگر مجموعی طور پر کوئی متحد مرکزی حکومت موجود نہ تھی۔ یہی سیاسی انتشار اسلامی دعوت کے لیے ایک ایسے معاشرتی پس منظر کا باعث بنا جس میں توحید کی بنیاد پر اتحاد، قبائلی تقسیم کے خاتمے اور اجتماعی نظم کے قیام کی گنجائش پیدا ہوئی۔

### قبائلی جنگوں کے اسباب

<sup>12</sup> أبو داود، سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي (بيروت: دار الفكر، 2000ء)، كتاب الأدب، أبواب النجوم، حديث: 5121  
<sup>13</sup> الأنبياء: 105

مورخین اور سیرت نگاروں نے ان قبائلی جنگوں کے اسباب کو مختلف زاویوں سے بیان کیا ہے۔ ابن اسحاق اور ابن ہشام کے مطابق عرب قبائل کی عصبیت، ذاتی غیرت اور انتقام کے جذبات ان جنگوں کے بنیادی محرکات تھے، جبکہ اقتصادی مفادات اور تجارتی راستوں پر قبضہ بھی ان تنازعات کو مزید شدت دیتے تھے۔

### عصبیت اور قبائلی وفاداری

قبل از اسلام جزیرہ عرب میں عصبیت اور قبائلی وفاداری سیاسی، سماجی اور معاشرتی نظم کے بنیادی عناصر تھے۔ فرد کی شناخت، عزت اور تحفظ بڑی حد تک اس کی قبائلی وابستگی سے وابستہ تھا، جبکہ قبیلہ اپنے افراد کے حقوق اور دفاع کا ذمہ دار سمجھا جاتا تھا۔ مرکزی حکومت اور مؤثر عدالتی نظام کی عدم موجودگی میں قبائلی عصبیت نے تحفظ، خود مختاری اور باہمی تعاون کا ایک مؤثر نظام فراہم کیا۔ تاہم، یہی وابستگی جب قبائلی مفادات اور نسبی وفاداری تک محدود رہی تو باہمی رقابت، تنازعات اور جنگوں کا سبب بھی بنتی رہی۔ اس طرح عصبیت نے ایک طرف قبائلی نظم کو برقرار رکھا، تو دوسری طرف وسیع تر اجتماعی وحدت کی راہ میں رکاوٹ پیدا کی۔ ابن اسحاق نے "السيرة النبوية" میں ذکر کیا ہے:

"عرب قبائل کی عصبیت ان کی بقا کا ضامن تھی، کیونکہ بغیر قبائلی وفاداری کے فرد نہ معاشی بقا حاصل کر سکتا تھا اور نہ ہی سیاسی طاقت برقرار رکھ سکتا تھا۔"<sup>14</sup>

عصبیت کا ایک نمایاں مظہر قبائلی مفادات اور افراد کے تحفظ کے لیے اجتماعی ردِ عمل تھا۔ کسی فرد پر قتل، چوری یا زیادتی کی صورت میں قبیلہ متحد ہو کر اپنے رکن کے دفاع اور بدلے کے لیے اقدام کرتا تھا۔ اگرچہ یہ طرزِ عمل قبائلی نظم اور باہمی تحفظ کا ذریعہ تھا، تاہم انتقام کے اسی رجحان نے باہمی دشمنیوں، تنازعات اور خونریزی کو بھی فروغ دیا۔ یوں عصبیت نے قبائلی معاشرے میں داخلی یکجہتی کو مضبوط کیا، مگر وسیع تر اجتماعی امن کے لیے ایک مستقل چیلنج بھی پیدا کیا۔ قرآن مجید نے قبل از اسلام عرب کی عصبیت اور قبائلی کشمکش کی طرف اشارہ یوں کیا ہے:

"وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُم مِّنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ"<sup>15</sup>

"اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔"

یہ آیات اس امر کی نشان دہی کرتی ہیں کہ جاہلی معاشرے میں قبائلی وابستگی اور عصبیت نے افراد کے رویوں اور اجتماعی فیصلوں پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ عصبیت کے یہ اثرات "ایام العرب" کی روایات میں بھی نمایاں ہوتے ہیں، جہاں قبائل نے نسبی وقار، وسائل اور باہمی مفادات کے تحفظ کے لیے طویل تنازعات کیے۔ حرب البسوس اس کی نمایاں مثال ہے، جو روایات کے مطابق ایک اونٹنی کے واقعے سے شروع ہو کر طویل قبائلی جنگ میں تبدیل ہوئی۔ یوں قبائلی عصبیت نے نہ صرف اجتماعی وابستگی کو مضبوط کیا بلکہ انتقام اور باہمی رقابت کے ذریعے جنگوں کے تسلسل میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ ابن کثیر "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں:

<sup>14</sup> ابن اسحاق، السيرة النبوية، تحقیق ابن ہشام، ج 1، ص 98

<sup>15</sup> آل عمران: 103

"حرب البسوس نے عرب قبائل میں عصبيت اور انتقام کے جذبات کو مزید مستحکم کیا، اور یہ جنگ ایک نسلوں تک جاری رہنے والے تنازعات کا سبب بنی۔"

قبائلی وفاداری کا ایک اہم پہلو یہ تھا کہ قبائل کے باہمی اتحاد عموماً مشترک مفادات اور مخصوص حالات پر مبنی ہوتے تھے۔ قبیلہ اپنے مفاد کے تحفظ کے لیے دوسرے قبائل کے ساتھ اتحاد کرتا، تاہم مفاد کے خاتمے کے ساتھ یہ اتحاد بھی کمزور یا ختم ہو جاتا تھا۔ اس صورت حال نے قبائلی تنازعات کے پھیلاؤ اور طول پکڑنے میں اہم کردار ادا کیا۔ حرب الفجار اس کی ایک نمایاں مثال ہے، جس میں معاشی اور مذہبی مفادات کے ساتھ قبائلی عصبيت نے بھی مختلف قبائل کو اپنے فریق کی حمایت پر آمادہ کیا۔ یوں عارضی قبائلی اتحاد ایک طرف دفاع اور مفادات کے تحفظ کا ذریعہ تھے، تو دوسری طرف مستقل سیاسی وحدت کے قیام میں رکاوٹ بھی بنتے تھے۔

#### بدلہ خون اور انتقام کے اصول

قبل از اسلام جزیرہ عرب میں بدلہ خون اور انتقام قبائلی معاشرت کے نمایاں عناصر تھے۔ مرکزی حکومت اور مؤثر عدالتی نظام کی عدم موجودگی میں ہر قبیلہ اپنے افراد کی جان، عزت اور مال کے تحفظ کا ذمہ دار تھا، اس لیے کسی فرد کے قتل یا نقصان کی صورت میں بدلہ لینا قبائلی وقار اور بقا سے وابستہ سمجھا جاتا تھا۔ قصاص اور دم کے تصورات کے تحت قتل یا نقصان کا بدلہ اسی نوعیت کے بدلے سے لینے کا رجحان پایا جاتا تھا۔ اگرچہ یہ طرز عمل قبائلی نظم اور تحفظ کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا، لیکن بے قابو انتقام باہمی دشمنیوں اور طویل خونریزی کا سبب بھی بنتا تھا۔ ابن کثیر "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں:

"قبل از اسلام عرب میں ہر قبائل کی ذمہ داری تھی کہ وہ اپنے فرد یا خاندان پر ہونے والے ظلم کا بدلہ لے، اور یہ عمل نہ صرف حق بلکہ قبائلی شرف کا لازمی جزو سمجھا جاتا تھا۔"<sup>16</sup>

بدلہ خون کی روایت "ایام العرب" کی طویل قبائلی جنگوں میں نمایاں طور پر ظاہر ہوئی۔ حرب البسوس اس کی معروف مثال ہے، جو ایک اوٹنی کے قتل سے شروع ہو کر قبائلی عصبيت اور ناموس کے تصور کے باعث طویل جنگ میں تبدیل ہوئی۔ اس طرح انتقام محض فرد کے قتل کا بدلہ نہیں بلکہ قبائلی وقار اور شرف کے تحفظ کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا، جس نے باہمی دشمنیوں اور خونریزی کے تسلسل کو تقویت دی۔ ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ کئی قبائل اپنے دشمنوں کے خلاف بدلہ لینے میں اتنے پر عزم تھے کہ نسلوں تک جاری رہنے والے نزاعات پیدا ہو جاتے تھے۔<sup>17</sup>

#### ایام العرب اور مشہور قبائلی جنگیں

قبل از اسلام عرب معاشرہ قبائلی نظام پر قائم تھا، جہاں معاشی مفادات، قبائلی عصبيت اور باہمی رقابت ایک دوسرے سے گہرے طور پر وابستہ تھے۔ محدود وسائل، تجارتی راستوں، زمین، چراگاہوں اور موبیشیوں پر تصرف کے ساتھ قبائلی غیرت اور انتقام نے متعدد جنگوں کو جنم دیا، جنہیں روایتی طور پر "ایام العرب" میں محفوظ کیا گیا۔ حرب البسوس، حرب الفجار اور دیگر قبائلی معرکے اس کشمکش کی نمایاں مثالیں ہیں۔ ان تنازعات میں معاشی مفادات اور قبائلی وقار باہم مل کر ایسے تصادم کا باعث بنتے رہے جو محض انفرادی اختلاف سے بڑھ کر قبائلی جنگ کی صورت اختیار کر لیتا تھا۔ ابن ہشام "السیرۃ النبویہ" میں بیان کرتے ہیں:

<sup>16</sup> ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج 2، ص 245

<sup>17</sup> ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، تحقیق ابن ہشام، ج 1، ص 115

"ایام العرب کے تجربات نے قبائل کی نفسیات اور اتحاد و انتشار کی بنیاد فراہم کی، جس کا اثر بعد میں اسلامی تحریک پر بھی پڑا" <sup>18</sup>  
ایام العرب کی مشہور جنگوں کے نتائج نے نہ صرف قبائل کی سیاسی اور سماجی ساخت کو متاثر کیا بلکہ بعد از اسلام عرب معاشرے کی اصلاح میں بھی اہم سبق فراہم کیا۔

### قبائل کے درمیان مستقل دشمنیوں اور تنازعات کا تسلسل

قبل از اسلام عرب معاشرہ قبائلی بنیادوں پر قائم تھا، جہاں ہر قبیلہ اپنی آزادی، عزت اور مفادات کے تحفظ کو بنیادی اہمیت دیتا تھا۔ عصبیت، انتقام اور قبائلی غیرت کے باعث معمولی تنازعات بھی طویل دشمنیوں اور جنگوں میں تبدیل ہو جاتے اور بعض اوقات نسلوں تک جاری رہتے تھے۔ حرب البسوس اور حرب داحس والغبراء اس کی نمایاں مثالیں ہیں، دونوں تنازعات بظاہر معمولی واقعات سے شروع ہوئے، لیکن قبائلی عصبیت اور انتقامی جذبے نے انہیں طویل و تباہ کن جنگوں میں تبدیل کر دیے۔ قبائلی وفاداری نے داخلی اتحاد کو مضبوط کیا، مگر باہمی دشمنیوں کے تسلسل نے عرب معاشرے میں سیاسی انتشار اور مسلسل کشمکش کو بھی فروغ دیا۔ قرآن مجید نے جاہلی معاشرے کی اس باہمی دشمنی اور تفرقہ کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو اتحاد اور بھائی چارے کی تعلیم دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا" <sup>19</sup>

"اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ پیدا کر دیا پس اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے"  
یہ آیت اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ قبائلی تفرقہ اور دشمنی معاشرے کو کمزور کر دیتی ہے، اس لیے اسلام نے اتحاد اور باہمی تعاون کو ضروری قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی مسلمانوں کو آپس کی دشمنیوں اور اختلافات سے بچنے کی تعلیم دی۔ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

"عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَحْسَدُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَنَافَسُوا، وَلَا تَقْتُلُوا عَمَلًا لِلَّهِ إِخْوَانًا" <sup>20</sup>

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور اللہ کے بندے (ایک دوسرے کے) بھائی بن کر رہو۔"

یہ حدیث معاشرتی اتحاد اور بھائی چارے کی اہمیت کو واضح کرتی ہے اور اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ اسلام باہمی دشمنیوں کے خاتمے اور اجتماعی ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔ مؤرخین بھی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جاہلی عرب کی قبائلی زندگی میں دشمنیوں کا تسلسل ایک بڑا مسئلہ تھا۔  
بعثت نبوی ﷺ کا تاریخی پس منظر

<sup>18</sup> ایضاً، ص 175

<sup>19</sup> آل عمران: 103

<sup>20</sup> القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، بیروت: دار الفکر، 2000ء

، حدیث: 6530

بعثتِ نبوی ﷺ سے قبل جزیرہ عرب معاشرتی، سیاسی اور مذہبی انتشار کا شکار تھا۔ قبائلی عصبیت، باہمی جنگیں، اخلاقی انحطاط، کمزور طبقات کے حقوق کی پامالی اور مذہبی گمراہی اس دور کے نمایاں مسائل تھے۔ ایسے بحرانی ماحول میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی بنا کر مبعوث فرمایا، جن کی دعوت نے توحید، عدل، اخلاق اور امن کی بنیاد پر عرب معاشرے کی اصلاح اور اجتماعی تشکیل نو کی راہ ہموار کی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ" <sup>21</sup>

"بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔"

یہ آیت بعثتِ نبوی ﷺ کی الٰہی حیثیت اور انسانیت کی ہدایت و اصلاح میں اس کی بنیادی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ بعثتِ نبوی ﷺ محض ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر اصلاحی عمل تھا، جس نے مذہبی، اخلاقی اور سماجی انحطاط کا شکار معاشرے کو توحید، عدل اور درست طرز زندگی کی طرف متوجہ کیا۔ بعثت سے قبل عرب معاشرہ شرک اور بت پرستی میں مبتلا تھا اور خانہ کعبہ میں متعدد بت رکھے گئے تھے، جن کی پرستش عام تھی۔ بعثتِ نبوی ﷺ کی ضرورت ایک معاشرتی، اخلاقی اور روحانی اصلاح کے لیے تھی، تاکہ انسانیت کو ظلم و ستم سے نجات دی جاسکے۔ ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"چھٹی صدی عیسوی میں عرب معاشرہ ہر اعتبار سے زوال پذیر تھا اور صرف ایک مصلح ہی اسے راہِ ہدایت پر لاسکتا تھا۔" <sup>22</sup>

یہ اس بات کو مضبوط کرتا ہے کہ بعثتِ نبوی ﷺ ایک معاشرتی ضرورت بھی تھی، اور یہ محض روحانی یا مذہبی واقعہ نہیں تھا بلکہ ایک مکمل اصلاحی انقلاب تھا۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری لکھتے ہیں:

"بعثتِ نبوی ﷺ نے عرب معاشرے کو صرف مذہبی طور پر نہیں بلکہ انسانی، اخلاقی اور سماجی لحاظ سے بھی ایک نئی جہت دی۔" <sup>23</sup>

بعثتِ نبوی ﷺ ہمہ گیر اصلاحی تحریک تھی، جس نے عرب معاشرے کو اخلاقی، روحانی اور سماجی انحطاط سے نکال کر توحید، عدل، مساوات، امن اور اخوت کی بنیادوں پر استوار کیا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات نے قبائلی عصبیت کی جگہ انسانی مساوات و اجتماعی عدل کے اصول رائج کیے معاشرے کی تشکیل نو کی بعثتِ نبوی ﷺ محض ایک مذہبی واقعہ نہیں بلکہ انسانی تاریخ کا ایک مؤثر اصلاحی انقلاب تھا، جس کے اثرات آج بھی رہنمائی کا سرچشمہ ہیں۔

#### ابتدائی مسلمان اور دعوتِ اسلام کی پذیرائی

بعثتِ نبوی ﷺ کے ابتدائی دور میں اہل مکہ کے بعض افراد نے دعوتِ توحید قبول کی اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔ ان ابتدائی مسلمانوں نے نہ صرف دعوتِ اسلام کو تقویت دی بلکہ اس کے تحفظ اور فروغ میں بھی اہم کردار ادا کیا، یوں عرب معاشرے کی اصلاح اور توحید کے ابلاغ کی بنیاد مضبوط ہوئی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ابتدائی مؤمنین کے کردار کی فضیلت بیان فرماتا ہے:

<sup>21</sup> آل عمران: 164

<sup>22</sup> ندوی، علی بن عبد الحئی، اسلام اور دنیا، دہلی: دار المصنفین، 1988ء، ص 34

<sup>23</sup> القادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، نبی رحمت: امن کا پیغام، لاہور: منہاج پبلیکیشنز، 2010ء، ص 45

"الَّذِينَ قَالُوا لَكُمْ الْإِنْسَانُ إِنْ النَّاسُ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادُوا حَسْبًا لِلَّهِ وَلَهُ الْوَكِيلُ" 24

"یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے (ایک لشکر) جمع کر لیا ہے سوان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو گیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کار ساز ہے"

یہ آیت ابتدائی مسلمانوں کے پختہ ایمان، استقامت اور توکل علی اللہ کی عکاسی کرتی ہے، جنہوں نے شدید مخالفت اور سماجی دباؤ کے باوجود اسلام قبول کیا اور اپنی ثابت قدمی و قربانی سے دعوت اسلام کے استحکام میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان میں حضرت خدیجہؓ، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو ڈاکٹر محمد طاہر القادری اس طرح بیان کرتے ہیں:

"حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابتدائی دور میں اسلام کی سب سے بڑی پذیرائی کی اور ہر خطرے اور مخالفت کے باوجود نبی ﷺ کے ساتھ اپنے ایمان میں ثابت قدم رہے۔" 25

یہ بیان اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ابتدائی مسلمان نہ صرف ایمان کے حامل تھے بلکہ انہوں نے دعوت اسلام کی حفاظت اور اس کے فروغ میں عملی کردار ادا کیا۔ ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"ابتدائی مسلمان وہ ستون تھے جنہوں نے اسلام کے خطرناک ابتدائی مراحل میں ایمان کا مظاہرہ کیا اور معاشرتی دباؤ کے باوجود دین کے پھیلاؤ میں مدد دی۔" 26

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ ابتدائی مسلمانوں کی استقامت، قربانی اور دعوتی جدوجہد نے اسلام کے فروغ کی بنیاد مضبوط کی؛ مکی مخالفت، معاشرتی دباؤ اور بایکات کے باوجود انہوں نے صبر و حکمت کے ساتھ دعوت توحید کو جاری رکھا۔

#### اخلاقی اصلاح اور فکری تبدیلی کا آغاز

بعثت نبوی ﷺ کا مقصد توحید کے ابلاغ کے ساتھ عرب معاشرے کی اخلاقی و فکری اصلاح بھی تھا؛ چنانچہ آپ ﷺ نے شرک، ظلم اور قبائلی عصبیت کے مقابلے میں اخلاق، عدل، انصاف اور انسانی مساوات پر مبنی معاشرتی نظام کی بنیاد رکھی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا" 27

"اور لوگوں سے اچھی بات کہو"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ دعوت نبوی ﷺ کا دائرہ توحید کے ساتھ اخلاقی و معاشرتی اصلاح تک وسیع تھا؛ چنانچہ آپ ﷺ نے ابتدائی دور ہی میں اہل بیت اور صحابہؓ کی تربیت کے ذریعے اس اصلاح کی عملی بنیاد قائم کی، جس کے نمایاں مظاہر حضرت علیؓ کی شجاعت، حضرت ابو بکر صدیقؓ کی دیانت اور حضرت خدیجہؓ کے حسن اخلاق میں نظر آتے ہیں۔

24 آل عمران: 173

25 القادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، نبی رحمت: امن کا پیغام، ص 58

26 ندوی، علی بن عبد الحئی، اسلام اور دنیا، ص 42

27 البقرة: 83

### حبشہ کی ہجرت اور امن کی تلاش

مکی دور میں ابتدائی مسلمانوں کو قریش کی جانب سے جسمانی اذیت، معاشرتی دباؤ اور اقتصادی بائیکاٹ کا سامنا رہا، جس کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے انہیں حبشہ ہجرت کی اجازت دی، جہاں عادل بادشاہ کی رعایت میں انہیں امن و تحفظ میسر آیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ابتدائی مسلمانوں کے اس صبر اور حکمت کی اہمیت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ"<sup>28</sup>

"اور اے محبوب تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے"

یہ آیت ابتدائی مسلمانوں کی استقامت اور حکمت عملی کی اہمیت واضح کرتی ہے، ہجرت حبشہ جہاں مظالم سے تحفظ کا ذریعہ بنی، وہیں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے نجاشی کے دربار میں اسلام کی تعلیمات اور نبوی اخلاق کی مؤثر ترجمانی کر کے عدل و امن پر مبنی اسلامی تصور معاشرت کو اجاگر کیا، جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو پناہ حاصل ہوئی۔ سیف اللہ خان لکھتے ہیں:

"حبشہ کی ہجرت نے ابتدائی مسلمانوں کو یہ سکھایا کہ دین کی حفاظت اور امن کے قیام کے لیے حکمت، تدریج اور عملی منصوبہ بندی

ضروری ہے۔ یہ ایک ایسا نمونہ ہے جسے بعد میں مدینہ کی ہجرت میں بھی اپنایا گیا۔"<sup>29</sup>

ہجرت حبشہ سے واضح ہوا اسلامی تعلیمات عدل، انسانی حقوق اور امن کے قیام پر مبنی ہیں، یہ ابتدائی مسلمانوں کے لیے صبر، استقامت اور حکمت عملی کا عملی نمونہ بنی، جس کے ذریعے مشکل حالات میں دینی اصولوں پر ثابت قدم رہنے اور معاشرتی امن و عدل کے فروغ کا سبق حاصل کیا۔

### ہجرت مدینہ اور اسلامی معاشرے کی بنیاد

مکی مظالم، معاشرتی بائیکاٹ اور مسلسل قریشی مخالفت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے لیے ایک محفوظ مرکز کی ضرورت محسوس فرمائی؛ چنانچہ ہجرت مدینہ عمل میں آئی، جو اسلامی معاشرے اور ریاست کے قیام کا اہم تاریخی سنگ میل ثابت ہوئی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اس ہجرت کی اہمیت اور مسلمانوں کی حفاظت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وَالَّذِينَ هَاجَرُوا إِلَى اللَّهِ وَآلِهِ مِنَ الْدُّنْيَا خَيْرٌ مِّنَ الَّذِينَ قَالُوا أَنَّهُمْ هَاجَرُوا وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ مَقَرٌ يَّهَابُونَ"<sup>30</sup>

"اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے مظلوم ہو کر ضرور ہم انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بیشک آخرت کا ثواب بہت

بڑا ہے کسی طرح لوگ جانتے۔"

یہ آیت ہجرت کو صرف جغرافیائی نقل و حرکت نہیں بلکہ ایک عملی اور روحانی اقدام کے طور پر پیش کرتی ہے، جس کا مقصد مسلمانوں کی حفاظت اور دین کی ترقی تھا۔ ہجرت مدینہ کے ساتھ ہی ایک ایسا اسلامی معاشرہ قائم ہوا جو عدل، برابری، بھائی چارہ، اور اخلاقی اصولوں پر مبنی تھا۔ ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

<sup>28</sup> النحل: 127

<sup>29</sup> خان، سیف اللہ، تاریخ عرب قبل از اسلام، لاہور: عالمی پبلیکیشنز، 2015، ص 128

<sup>30</sup> النساء: 100

"ہجرت مدینہ نے مسلمانوں کو ایک محفوظ اور منظم معاشرتی نظام فراہم کیا، جہاں دین کے اصول کے مطابق معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی زندگی کی بنیاد رکھی گئی۔" <sup>31</sup>

مدینہ کا اسلامی معاشرہ مذہبی اصولوں کے ساتھ اجتماعی عدل، کمزور طبقات کی حمایت اور قبائلی عصبیت کی نفی پر استوار تھا؛ اسی تناظر میں رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد مسلمانوں اور اہل کتاب کے مابین میثاق مدینہ قائم فرمایا، جو ایک جامع سماجی و سیاسی معاہدے کی حیثیت رکھتا تھا۔  
**توحید کی دعوت اور عقیدے کی اصلاح**

بعثت نبوی ﷺ کا بنیادی مقصد توحید کی دعوت اور شرک و بت پرستی سے نجات دلانا تھا؛ چنانچہ مکی دور میں آپ ﷺ نے رائج شرکیہ عقائد کے مقابلے میں اصلاح عقیدہ کو دعوت اسلامی کا اولین محور قرار دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
"عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُصَلِّ رَجُلَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ خَيْرَهُ" <sup>32</sup>

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے، جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ اچھی بات زبان سے نکالے ورنہ چپ رہے"

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ دعوت توحید محض شرک کے خاتمے تک محدود نہیں بلکہ فکری، اخلاقی اور معاشرتی اصلاح کی بنیاد بھی تھی؛ چنانچہ نبی ﷺ نے بت پرستی اور خرافاتی عقائد کے مقابلے میں اصلاح فکر اور درست تصور حیات کی تشکیل پر بھی توجہ دی۔

### ظلم و جبر کے مقابلے میں صبر اور حکمت

مکی دور میں ابتدائی مسلمانوں کو ظلم، جسمانی اذیت، معاشرتی بائیکاٹ اور اقتصادی دباؤ کا سامنا رہا، اس صورت حال میں رسول اللہ ﷺ نے صبر و حکمت کو دعوتی حکمت عملی کے طور پر اختیار فرمایا، جس سے اسلامی اصولوں کے تحفظ اور تدریجی معاشرتی اصلاح کی راہ ہموار ہوئی۔ صبر کے ساتھ حکمت و تدبیر اختیار کرنا نبوی ﷺ اصلاحی منہج کا اہم پہلو تھا؛ چنانچہ حبشہ و مدینہ کی ہجرت اور مکی دور میں محدود سطح پر دعوتی سرگرمیاں حالات کے مطابق اسی حکمت عملی کے عملی مظاہر تھیں، جبکہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی نجاشی کے دربار میں اسلام کی ترجمانی صبر و حکمت کے مؤثر امتزاج کی نمایاں مثال ہے۔

### مواخات مدینہ اور قبائلی تعصبات کا خاتمہ

ہجرت مدینہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین و انصار کے مابین مواخات کا نظام قائم فرمایا، جس نے قبائلی تعصبات اور معاشرتی تفریق کے خاتمے، باہمی مساوات و تعاون کے فروغ اور متحد اسلامی معاشرے کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا" <sup>33</sup>

<sup>31</sup> ندوی، علی بن عبد الحئی، اسلام اور دنیا، ص 80

<sup>32</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الأدب، بیروت: دارالفکر، 1988ء، حدیث: 6138

<sup>33</sup> آل عمران: 103

"سب لوگ اللہ کے رسی سے مضبوطی سے پکڑو اور فرقہ بندی نہ کرو۔"

یہ آیت قبائلی اور معاشرتی تفریق کے خاتمے اور وحدت کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ ابتدائی مسلمان اس اصول کے مطابق ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات مضبوط کرتے اور اجتماعی اتحاد کو فروغ دیتے۔ مواخات کے ذریعے نبی ﷺ نے دو گروہوں کے درمیان حقیقی بھائی چارہ قائم کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مِمَّا يَحِبُّ لِنَفْسِهِ" <sup>34</sup>

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہو گا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ نہ چاہے جو اپنے نفس کے لیے چاہتا ہے۔"

یہ حدیث مواخات کے بنیادی فلسفے، یعنی اخوت، مساوات اور باہمی تعاون، کی اہمیت واضح کرتی ہے۔ مواخات مدینہ نے مہاجرین و انصار کے مابین نہ صرف مادی تعاون بلکہ جذباتی و معاشرتی وابستگی کو بھی فروغ دیا، جس سے قبائلی تفریق کے بجائے اسلامی اخوت پر مبنی اجتماعی وحدت مستحکم ہوئی۔ ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"مواخات مدینہ اسلامی ریاست کی بنیاد میں ایک انقلابی اقدام تھا۔ اس نے نہ صرف قبائلی دشمنیوں کا خاتمہ کیا بلکہ مہاجرین اور انصار کے درمیان مساوات اور تعاون کے اصول قائم کیے۔" <sup>35</sup>

والٹر ہوبس نے بھی اس اقدام کو ابتدائی اسلامی ریاست کے کامیاب سماجی ماڈل کے طور پر بیان کیا ہے:

"مواخات نے مہاجرین اور انصار کے درمیان نہ صرف مالی اور مادی تعاون کو فروغ دیا بلکہ روحانی بھائی چارہ اور ایک مستحکم سیاسی اتحاد کو بھی ممکن بنایا۔" <sup>36</sup>

فرید حسین لکھتے ہیں:

"یہ نظام ابتدائی اسلامی ریاست کی بنیاد میں ایک سماجی انقلاب کے مترادف تھا، جس نے قبائلی تعصبات اور دشمنیوں کا خاتمہ کیا اور اسلامی معاشرت کی یکجہتی کو فروغ دیا۔" <sup>37</sup>

مواخات مدینہ نے قبائلی تعصبات کے خاتمے اور باہمی اخوت، تعاون و اجتماعی ذمہ داری کے فروغ کے ذریعے ابتدائی اسلامی معاشرے میں اتحاد اور سماجی ہم آہنگی کی مضبوط بنیاد فراہم کی؛ یہ نبی ﷺ معاشرتی منہج آج بھی اسلامی معاشرتی اصلاح کے لیے قابل رہنمائی نمونہ ہے۔

قبائل عرب کے ساتھ سیاسی و سماجی معاہدات

<sup>34</sup> بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الإیمان، حدیث: 13

<sup>35</sup> ندوی، علی بن عبد الحئی، اسلام اور دنیا، ص 190

<sup>36</sup> Walter Hobbs, History of Early Medina, London: Routledge, 1998, p. 112

<sup>37</sup> Farid Hussain, Social Structures in Early Islam, Karachi: Oxford University Press, 2002, p. 87

ہجرت مدینہ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اسلامی ریاست کے استحکام اور قبائل کے درمیان اتحاد کو فروغ دینے کے لیے سیاسی اور سماجی معاہدات مرتب کیے۔ یہ معاہدات نہ صرف مسلمانوں بلکہ مدینہ اور اطراف کے قبائل کے درمیان تعلقات کو منظم کرتے اور ریاستی نظم قائم کرتے، بلکہ قبائلی دشمنیوں، ذاتی و قبائلی مفادات اور سماجی اختلافات کے خاتمے کا ذریعہ بھی بنے۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے مطابق:

"قبائل کے ساتھ معاہدات نبوی حکمت عملی کا لازمی جزو تھے۔ ان معاہدات نے ریاستی نظم قائم کرنے، قبائلی دشمنیوں کے خاتمے اور معاشرت میں ہم آہنگی کی بنیاد رکھی" <sup>38</sup>

ولیم مونٹگمری وات اس نظام کو ابتدائی اسلامی ریاست کے کامیاب سیاسی اور سماجی ماڈل کے طور پر بیان کرتے ہیں:

"یہ معاہدات ابتدائی مدنی ریاست میں قبائل کے درمیان عدل، تعاون اور اجتماعی ذمہ داری کے اصول قائم کرنے کا عملی ذریعہ تھے۔" <sup>39</sup>

فریڈریک ہال لکھتے ہیں:

"سماجی اور سیاسی تعلقات کو شفاف اور متوازن رکھنے کے لیے نبوی معاہدات نے ہر قبیلے کو اخلاقی اور قانونی ذمہ داری کا پابند بنایا۔" <sup>40</sup>

نبی ﷺ نے ان معاہدات میں واضح اصول مرتب کیے:

1. قبائل کے درمیان اختلافات کا حل عدل، انصاف اور شفاف ضابطوں کے مطابق کیا گیا۔
  2. مدینہ اور مسلمانوں کی حفاظت کے لیے تمام قبائل کو مشترکہ ذمہ داریاں دی گئیں۔
  3. قبائل نے وسائل، مدد اور تجارتی تعاون کے اصولوں پر عمل کیا تاکہ معاشرت میں مساوات اور تعاون قائم رہے۔
  4. مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کرنے کے اصول نافذ کیے گئے تاکہ قبائلی اور ذاتی تعصبات ختم ہوں۔
- قبائل عرب کے ساتھ سیاسی و سماجی معاہدات نبوی ﷺ حکمت عملی اور ابتدائی اسلامی ریاست کے نظم و استحکام کا اہم ذریعہ تھے؛ ان کے ذریعے قبائلی تنازعات کے تدارک، باہمی ذمہ داری، اتحاد اور معاشرتی انصاف کو فروغ ملا اور ایک منظم و ہم آہنگ اسلامی معاشرے کی تشکیل کی راہ ہموار ہوئی۔
- صلح حدیبیہ اور امن کی حکمت عملی

اسلامی ریاست کی استحکام اور مسلمانوں کی سماجی و سیاسی حفاظت کے لیے نبی اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے ذریعے ایک امن کی حکمت عملی اختیار کی، جو نہ صرف وقتی صلح تھی بلکہ ایک طویل مدتی منصوبہ بندی پر مبنی تھی۔ صلح حدیبیہ ﷺ کی دوراندیش اور حکمت کا عملی مظہر تھی، جس نے مسلمانوں کو دشمن کے

<sup>38</sup> القادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، نبی رحمت: امن کا پیغام، ص 255

<sup>39</sup> William Montgomery Watt, Muhammad at Medina, Oxford: Oxford University Press, 1956, p. 89

<sup>40</sup> Frederick Hall, The Formation of Islamic Society, London: Routledge, 1998, p. 143



یہ آیات اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ فتح کا مقصد محض مادی غلبہ نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر دینی، اخلاقی اور سیاسی نظام کا قیام تھا، جس کے نتیجے میں امن و استحکام پیدا ہوا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ احادیث مبارکہ میں بھی فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی اعلیٰ اخلاقی قیادت نمایاں طور پر سامنے آتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا:

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، مَا تَرَوْنَ أَنِّي فَاعِلٌ بِكُمْ؟ قَالُوا: خَيْرٌ، أَوْ ابْنُ أَخٍ كَرِيمٍ، وَابْنُ أَخٍ كَرِيمٍ فَقَالَ: أَذْهَبُوا فَأَنْتُمْ الطُّغَاءُ" 44

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے قریش کے گروہ! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے

عرض کیا آپ سے بھلائی کی امید ہے، آپ معزز بھائی اور معزز بھائی کے بیٹے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ! تم سب آزاد ہو۔"

یہ اعلان اس بات کی روشن دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے انتقام کے بجائے عفو و درگزر کو اختیار کیا، جس کے نتیجے میں دلوں میں نفرت کی جگہ محبت نے لے لی اور مخالف قبائل بھی اسلام کے قریب آگئے۔ معاصر علماء نے بھی فتح مکہ کی اہمیت کو نمایاں کیا ہے۔

عفو و درگزر بطور پائیدار امن کی بنیاد

قبل از اسلام عرب معاشرے میں قبائلی ثارات اور انتقام کے باعث طویل خونریزی اور باہمی عداوتیں جاری رہتی تھیں؛ ایسے ماحول میں رسول اللہ ﷺ نے عفو و درگزر کو اصلاحی منہج کا حصہ بنا کر دشمنیوں کے خاتمے، اجتماعی وحدت اور پائیدار امن کی راہ ہموار فرمائی۔

فتنہ و فساد کی پیشگیری اور امن عامہ کا تحفظ

انسانی معاشروں میں فتنے، فساد اور انتشار ہمیشہ سے امن و استحکام کے دشمن رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے قیام نبوت سے ہی یہ اصول واضح کر دیا کہ امن عامہ کے تحفظ کے بغیر کوئی معاشرہ ترقی اور خوشحالی نہیں پاسکتا۔ فتنے کی پیشگیری اور امن عامہ کی حفاظت اسلامی تعلیمات میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ یہ انسانوں کی زندگی، مال، اور عزت و وقار کے تحفظ کی ضمانت ہے۔ قرآن مجید میں فرمان خدا ہے:

"وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطٍ لِّئَلَّا تُهْزِبُوا بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ" 45

"اور ان کے خلاف جو طاقت تم سے ہو اسے تیار رکھو تاکہ اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن سے خوف دلا سکو"

یہ آیت معاشرتی امن کی حفاظت اور فتنے کی روک تھام کے لیے تیار رہنے کی اہمیت بیان کرتی ہے۔ امن قائم کرنے کے لیے قوت اور منصوبہ بندی کی ضرورت ہے، تاکہ بد امنی پیدا کرنے والوں کو روکا جاسکے۔ فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے:

"عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ فِي غَيْرِ حَقٍّ مُسْلِمٍ لَيْسَ لِعَرِيقٍ ظَالِمٍ فِيهِ حَقٌّ، وَبِزَوِي فِيهِ" 46

"ابن عوف رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (اپنی روایت میں) یہ زیادتی کی ہے کہ بشرطیکہ وہ (غیر آباد زمین) کسی مسلمان کی نہ ہو، اور ظالم رگ والے کا زمین میں کوئی حق نہیں ہے۔"

44 ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، السيرة النبوية، بيروت: دار الكتب العلمية، 1995ء ج 4، ص: 32

45 الانفال: 60

46 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحيح بخاری، كتاب المزارعة، حديث: 2335

یہ حدیث زمین اور معاشرتی نظام میں فساد کے خطرے کو واضح کرتی ہے اور امن عامہ کے تحفظ کی اہمیت بیان کرتی ہے سیرت نبوی ﷺ میں متعدد واقعات ایسے ہیں جہاں نبی اکرم ﷺ نے فتنہ و فساد کو ختم کرنے اور امن عامہ کو قائم رکھنے کے لیے اقدامات کیے۔ ان میں بیعت رضوان، ہجرت مدینہ، اور معاہدہ حدیبیہ اہم مثالیں ہیں، جہاں دشمنیوں کے خاتمے اور امن کے قیام کی حکمت عملی اپنائی گئی۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کے مطابق:

"اسلام میں امن عامہ کی حفاظت نہ صرف اجتماعی ذمہ داری ہے بلکہ یہ دینی فرائض بھی ہے، جس کے بغیر معاشرتی ترقی ممکن نہیں" 47

سیرت نبوی ﷺ میں قیام امن، انسدادِ فتنہ اور امن عامہ کا تحفظ بنیادی اصولوں کی حیثیت رکھتے ہیں آپ ﷺ کی تدریجی اصلاحی حکمت عملی نے منتشر معاشرے میں استحکام اور اجتماعی ہم آہنگی کی بنیاد رکھی، جو عصر حاضر میں بھی سماجی امن اور ریاستی استحکام کے لیے قابل رہنمائی ہے۔

### ریاست مدینہ کا قیام اور سیاسی استحکام کی بنیادیں

مدینہ منورہ میں نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں قائم ہونے والی ریاست، اسلامی سیاسی تاریخ کا ایک منفرد سنگ میل ہے۔ قبائلی عرب میں سیاسی انتشار اور قبائلی دشمنیوں نے معاشرتی و سیاسی نظام کو غیر مستحکم کر رکھا تھا۔ ہر قبیلہ اپنے مفاد اور انتقام کی بنیاد پر عمل کرتا اور خون ریزی عام تھی۔ نبی ﷺ نے قیام امن کے اصولوں کو بنیاد بنا کر نہ صرف دشمنی کو ختم کیا بلکہ ایک منظم، مستحکم اور متحدہ ریاست قائم کی۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کے مطابق:

"مدینہ کی سیاسی تنظیم اور امن کے قیام کے اثرات واضح ہیں: انصاف، اطاعت اور مشاورت نے ایک مضبوط اور مستحکم ریاست کی بنیاد رکھی" 48

مدینہ منورہ میں ریاستی قیام اور سیاسی استحکام کا تجربہ اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ قیام امن کے اصول عدالت، مشاورت، اطاعت، اور شہری حقوق کے تحفظ پر قائم ہوں تو معاشرتی و سیاسی استحکام حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ اصول نہ صرف تاریخی اعتبار سے اہم ہیں بلکہ عصر حاضر کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتے ہیں، اور اسلامی ریاست کے قیام کے نظریاتی نمونہ کے طور پر ہمیشہ پیش کیے جاتے ہیں۔

### قبائلی نظام سے ریاستی نظم کی طرف منتقلی

جزیرہ عرب قبل از اسلام ایک قبائلی معاشرہ تھا جہاں ہر قبیلہ خود مختار اور خود سر تھا۔ خون ریزی، انتقام، اور قبائلی جھگڑے معمول کی بات تھے۔ اس غیر مستحکم نظام میں کوئی مرکزی قیادت یا منظم سیاسی ادارہ موجود نہیں تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے قیام امن کے اصولوں کے تحت اس قبائلی انتشار کو ختم کرتے ہوئے ایک مرکزی ریاستی نظام قائم کیا، جس میں نہ صرف قبائل کے تعلقات منظم ہوئے بلکہ سیاسی استحکام اور اجتماعی تعاون کی بنیاد رکھی گئی۔ اس منتقلی نے عرب معاشرہ میں قبائلی انتشار سے ریاستی نظم و انصاف کی طرف ایک تاریخی تبدیلی پیدا کی ہے۔

### قبائلی عصبیت کا خاتمہ اور امت واحدہ کا قیام

47 مودودی، سید ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1972ء، ج 3، ص 234

48 مودودی، تفہیم القرآن، ج 3، ص 310

جزیرہ عرب میں نبی ﷺ کے زمانے تک سماج شدید قبائلی نظام پر مبنی تھا۔ ہر قبیلہ اپنے مفادات اور اپنے افراد کے حق میں جدوجہد کرتا تھا، جس کے نتیجے میں قبیلوں کے درمیان دیرینہ دشمنیاں اور نزاعات معمول تھیں۔ آپ ﷺ نے امت واحدہ کے قیام اور قبائلی عصبیت کے خاتمے کے لیے قیام امن کے اصول نافذ کیے۔ آپ ﷺ نے عدل، مساوات، انصاف اور شوریٰ کے ذریعے قبائلی تقسیم کو ختم کیا اور ایک متحدہ اسلامی معاشرہ تشکیل دیا۔

زیر نظر تحقیق "اہل عرب کی قبائلی حروب اور رسول اللہ ﷺ کا اعجازی قیام امن: تاریخ عرب کا مطالعہ" میں قبل از اسلام عرب کے جغرافیائی، معاشرتی، معاشی اور قبائلی حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے قبائلی عصبیت، وسائل کی محدودیت، مرکزی سیاسی اقتدار کے فقدان اور انتقامی مزاج کو جنگ و جدل اور معاشرتی عدم استحکام کے اہم عوامل کے طور پر واضح کیا گیا ہے۔ حرب الفجار، حرب بعاث اور ایام العرب کے دیگر واقعات اس قبائلی کشمکش کے تاریخی مظاہر ہیں۔ تحقیق یہ بھی واضح کرتی ہے کہ عرب معاشرہ شجاعت، سخاوت اور مہمان نوازی جیسی مثبت اقدار کے باوجود عصبیت، انتقام اور بعض معاشرتی بے اعتدالیوں کے باعث داخلی انتشار کا شکار تھا۔

بعثت نبوی ﷺ نے اس صورت حال میں محض مذہبی اصلاح نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر فکری، اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی تبدیلی کی بنیاد رکھی۔ دعوت توحید، اخوت ایمانی، عدل و مساوات، عفو و درگزر اور حکمت پر مبنی نبوی ﷺ منہج نے قبائلی تقسیم اور باہمی عداوت کے مقابلے میں اجتماعی وحدت اور امن کو فروغ دیا۔ میثاق مدینہ، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کی عام معافی اس اصلاحی منہج کے نمایاں عملی مظاہر ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوی ﷺ قیام امن محض عسکری غلبے کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک تدریجی اور ہمہ گیر اصلاحی عمل تھا۔

تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبائلی عصبیت کو انصاف، عفو، تنازع کو مصالحت اور انتشار کو اجتماعی نظم میں تبدیل کر کے عرب معاشرے میں پائیدار امن کی بنیاد رکھی۔ عصر حاضر کے نسلی تعصبات، علاقائی تنازعات اور سماجی کشمکش کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا یہ منہج امن، عدل، رواداری اور اجتماعی ہم آہنگی کے لیے ایک مؤثر اور آفاقی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

#### مصادر و مراجع

Farid Hussain, Social Structures in Early Islam, Karachi: Oxford University Press, 2002.

Frederick Hall, The Formation of Islamic Society, London: Routledge, 1998.

Walter Hobbs, History of Early Medina, London: Routledge, 1998.

William Montgomery Watt, Muhammad at Medina, Oxford: Oxford University Press, 1956.

1. ابن اسحاق، السيرة النبوية، تحقيق ابن هشام، القاهرة: مكتبة مصطفى الباني، 1955ء

2. ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، (مترجم: مولانا راغب رحمانی)، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1992ء

3. ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، بیروت: دار ابن ہزم، 2002ء

4. ابن کثیر، اسماعیل بن عمر الدمشقی، البدایہ والنہایہ، بیروت: دار الفکر، 1988ء

5. ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1995ء
6. ابوداؤد، سلیمان بن الأشعث، سنن ابی داؤد، تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقی، بیروت: دار الفکر، 2000ء،
7. بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الأدب، بیروت: دار الفکر، 1988ء
8. جاوید اورنگزیب، مفتی سید شاہ رفیع الدین ہمدانی، علامہ سعید اللہ خان، انسائیکلو پیڈیا العرب، کراچی: سیرت ریسرچ سینٹر، 2022ء،
9. خان، سیف اللہ، تاریخ عرب قبل از اسلام، لاہور: عالمی پبلیکیشنز، 2015ء
10. القادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، نبی رحمت: امن کا پیغام، لاہور: منہاج پبلیکیشنز، 2010ء
- القرآن
11. القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب البر والصلوٰۃ والادب، بیروت: دار الفکر، 2000ء
12. مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1972ء
13. ندوی، علی بن عبدالحئی، اسلام اور دنیا، دہلی: دار المصنفین، 1988ء